آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح مبارک

مرتب : حافظ محبوب احمد خان

بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریات بدل چکے ہیں' تخیل کہاں سے کہاں چلاگیا ہے' ہر معاملہ میں اعتدال کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب ہم سے کوسوں دور رہتی ہے اور اگر مزاح کرتے ہیں تو اس میں اعتدال کی روش ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور موجودہ دور میں مزاح کا مطلب ہی شخصیات پر الزام تراشی اور کسی کی شخصیت کو داغدار کرنا سمجھ لیا گیا ہے۔ جبکہ حقیقتاً مزاح کیا ہے؟ مزاح کا لفظ مَزَحَ یَمزَحُ مَزحًا وَ مَزَاحًا سے ہے جس کا معنی ہنسی' مذاق' دل لگی' خوش طبعی وغیرہ ہے۔ تاج العروس میں اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں :

اَنَّهُ الْمُبَاسِطَةُ اِلَی الْغَیْرِ عَلٰی جِهَةِ التَّلَطُّفِ وَالْاِسْتِعْطَافِ دُوْنَ اَذِیَّةٍ حَتّٰی یَخْرُجَ الْاِسْتِهْزَاءُ وَالسُّخْرِیَّةُ

اس عبارت میں خیر اور تلطف... اور اذیت سے خالی ہونے کے پہلو قابل توجہ ہیں۔

پھر لکھا ہے :

قال الائمة : الاکثار منه والخروج من الحد مُخِلٌّ بالمروءة والوَقار (۱)

اس عبارت سے یہ اصول برآمد ہوا کہ مزاح کو شائستگی اور وقار کا پہلو نظرانداز نہ کرنا چاہئے اور یہ بھی کہ اس کا مقصد مباسطۃ (کشادگی طبع)' خوش خلقی اور فرحت قلوب ہے نہ کہ اذیت پہنچانا' یا کسی کی تحقیر و تذلیل کرنا۔

اس کی کئی صورتیں ہیں۔ مزاح کی یہ صورتیں مختلف افراد اور نسلی اقوام کی معاشرت اور کلچر کی بنا پر مختلف ہوتی ہیں' جن میں سے بعض خوشگوار اور بعض ناخوشگوار

اور غیر معتدل بھی ہوتی ہیں۔

کبھی کبھی مزاح کے ساتھ لفظ ظرافت بھی استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظور نے لسان العرب میں ظرفۃ (وَالظرف) کے معنی بلاغت' حلاوت' جمال' ملاحت کئے ہیں۔ وَفی الوَجْه الحُسْنُ و فی القلب الزَّکاۃ مطلب یہ کہ ظرافت کا تعلق قلب و دماغ سے بھی ہے۔ اور ظاہری شکل و صورت سے بھی' لیکن جہاں تک بیان و بلاغت کا تعلق ہے حقیقی ظرافت نگار کنایہ و تعریض سے کام لیتا ہے۔ للٰذا ظرافت کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ کلام پر عبور حاصل ہو اور کنایہ و تعریض کا استعمال کیا جائے لیکن اس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔ یہ ہیں مزاح و ظرافت کی اصولی حدیں' لیکن فن بیان و بلاغت کی کتابوں اور اس کی عملی شکلوں میں ہمیں بہت سے تنوعات ملتے ہیں۔

علی بن ربَّن الطبری نے فردوس الحکمت میں ہنسی کا' جو عموماً مزاح کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے' تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> "جب انسان کسی اچانک بات کو دیکھ کر یا سن کر چونک پڑے اور اس سلسلے میں کوئی عملی قدم اٹھانے کے لئے مستعد ہو جائے' لیکن دوسرے ہی لمحے اسے محسوس ہو کہ اس عملی قدم کی ضرورت باقی نہیں رہی تو اس کے خون میں جو ابال پیدا ہو گیا تھا وہ (یکایک فالتو ہو کر) ہنسی کی صورت میں چھلک جاتا ہے"۔ (۲)

علی بن ربَّن الطبری کی وفات کے سینکڑوں برس بعد اس بات کو کانٹ (Kant) نے یوں بیان کیا کہ:

> "ہنسی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی شے ہوتے ہوتے رہ جائے اور انسانی توقعات ایک بلبلے کی طرح پھٹ کر ختم ہو جائیں"۔ (۳)

ہنسی ایک حیاتیاتی فعل ہے' جو فاضل جذبے کے اخراج کی صورت میں سامنے آتا ہے' مگر تبسم زیر لب ایک رومانی کیفیت ہے' جو جذبے کے ابھار اور اخراج کے عین درمیان محض ایک موہوم سی کروٹ کی حیثیت رکھتی ہے' اسے جذبے کے لطیف پرتو کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔ عربوں' ایرانیوں' ترکوں اور ہندوستانیوں کے ہاں جب ہنسی کو تحریک ملی تو ان میں سے ہر قوم کے مخصوص علاقائی اور ثقافتی پس منظر نے اس ہنسی کو بھی

ایک خاص رنگ عطا کردیا' مگر جب یہ قومیں اسلامی تہذیب کے سایہ میں آئیں تو اسلام کی رواداری' قوتِ برداشت' ثقافت اور کشادہ نظری کے باعث ان اقوام میں ایک معنی خیز دزدیدہ نگاہی کا جذبہ ابھرا جو اپنے اظہار کے لئے خندۂ دندان نما کا نہیں بلکہ ایک تبسم زیر لب کا طالب تھا۔ فلسفے کی سطح پر یہ خاص رویہ تصوف میں' شاعری کی سطح پر غزل میں اور مزاح کی سطح پر نکتہ آفرینی کے میلان میں ظاہر ہوا۔

اسلام' زندگی اور اس کے مظاہر کی نفی کا قائل نہیں' مگر وہ اس بات پر یقیناً زور دیتا ہے کہ موجود کو عبور کر کے ذات لامحدود کے روبرو سجدہ ریز ہوا جائے۔ دوسری طرف کھلی ہنسی کا جذبہ اس بات کا متقاضی ہے کہ زندگی میں بھرپور شرکت کی جائے۔ چنانچہ اسی لئے اسلامی تہذیب نے ہنسی کی بلند آہنگ یا بے محابا متشدد صورتوں کو وقار نفس کے خلاف سمجھا ہے' مگر باوقار ہنسی اور شرافت آمیز تبسم کو ایک فطری عادت انسانی خیال کیا ہے۔ حافظ' خیام' رومی اور غالب کے ہاں جذبے کی تہذیب کا یہ عمل ایک ایسے لطیف تبسم کی صورت میں ابھرا ہے جس میں ایک خود آشنا ضبط بھی ہے اور مریضانہ خواب بینی کے عمل کا پردہ چاک کرنے کی روش بھی۔ چنانچہ اس تبسم کو اسلامی تہذیب کی روح کا عکاس قرار دینا کچھ ایسا غلط نہیں۔ اگر ہم اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مزاح کا ایک زریں اصول بھی حاصل ہو گا۔ آپؐ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ مزاح فرماتے تھے لیکن ھو یمزح و لا یقول الا حقاً گویا مزاح میں حقیقت و صداقت سے انحراف نہ کرنا بھی ایک اہم اصول ہے۔ بہت سی کتب حدیث میں محدثین نے مزاح پر مستقل ابواب باندھے ہیں اور ان ابواب میں وہ واقعات درج کئے ہیں جن سے مذکورہ بالا اصول کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث کہ :

اَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ : ((اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ)) فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلاَّ النُّوْقُ))

"کسی شخص نے حضور اقدس ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور

مجھے عطا فرما دیا جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا : ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے۔ سائل نے عرض کیا کہ حضور میں بچہ کو کیا کروں گا؟ (مجھے تو سواری کیلئے چاہئے) حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہی تو ہوتا ہے"۔ (۴)

یا آپ ﷺ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی سے یہ فرمانا :

((یَا اَبَا عُمَیر مَا فَعَلَ نُغَیْر)) (ترمذی)

"اے ابو عمیر! وہ نغیر (۵) کہاں جاتی رہی؟"

رسول اللہ ﷺ کے اس اسلوب کے حوالے عربی ادب کی کتابوں میں، خصوصاً علامہ ابن جاحظ کی تصانیف میں، کافی ملتے ہیں۔ اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کے مزاح کے چند واقعات کا مطالعہ کر لیا جائے تو ہم مزاح کا صحیح تخیل قائم کر سکتے ہیں اور ان میں حضور نبی کریم ﷺ کے مزاحی اسلوب کے چند پہلو اور حکمتیں نمایاں ہوتی ہیں :

① حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :

اَنَّ رَجُلاً مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرًا وَّكَانَ يُهْدِی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً مِّنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ)) وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ رَجُلاً دَمِيْمًا' فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ وَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَلاَ يُبْصِرُهٗ' فَقَالَ : مَنْ هٰذَا؟ اَرْسِلْنِیْ' فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لاَ يَاْلُوْا مَا اَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ' فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : ((مَنْ يَّشْتَرِیْ هٰذَا الْعَبْدَ؟)) فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِیْ كَاسِدًا' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لٰكِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ)) اَوْقَالَ : ((اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ))

"ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر (بن حرام) تھا وہ جب حاضر

خدمت ہوتے تو جنگل کے ہدایہ سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس ﷺ شہری سامانِ خورد ونوش ان کو عطا فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو ان سے خصوصی تعلق تھا۔ زاہر کچھ بدشکل بھی تھے، ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی ایسی بھری کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکیں، انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے۔ لیکن جب کن انکھیوں سے دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے ملنے لگے کہ (جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہر نے عرض کیا حضور (ﷺ) اگر آپ مجھے فروخت فرمادیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو، یا یہ فرمایا کہ بیش قیمت ہو"۔

حضورِ اقدس ﷺ کا پیچھے سے تشریف لاکر کولی بھرلینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا تو مزاح تھا ہی، یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے؟ اس لئے کہ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ غلام نہ تھے آزاد تھے۔ مگر حضور ﷺ کا یہ ارشاد بطور فرض اور تشبیہہ کے تھا۔ یہ حدیث بظاہر تو مزاح ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے اس میں بڑی حکمتیں اور اسرار ہیں۔ اس لئے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے ان کو اپنے سامان کی فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور انور ﷺ کو اس میں انہماک اور ان کی توجہ الی اللہ کی کمی کا بظاہر خوف ہوا۔ اس لئے اول کولی بھری کہ حضور ﷺ کے ساتھ تلبس رجوع الی اللہ کا ذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے؟ اس لئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اس قدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے، لیکن حضور ﷺ کے ساتھ اس تلبس سے انابت الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ تام حاصل ہو چکی تھی۔ اس لیے حضور ﷺ نے پھر ان کو مژدہ سنایا کہ اللہ کے نزدیک تو تم کم قیمت نہیں ہو،

بلکہ بیش قیمت ہو۔

(۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

اَتَتْ عَجُوْزٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ادْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ، فَقَالَ: ((یَا اُمَّ فُلَانٍ اِنَّ الْجَنَّۃَ لَا یَدْخُلُھَا عَجُوْزٌ)) قَالَ فَوَلَّتْ تَبْکِیْ، فَقَالَ ((اَخْبِرُوْھَا اَنَّھَا لَا تَدْخُلُھَا وَھِیَ عَجُوْزٌ، اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّا اَنْشَاْنَاھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا))(۶)

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی"۔ وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، مگر جوان ہو کر۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ ﴿ اِنَّا اَنْشَاْنَاھُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا ﴾ "ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا، یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں"۔

ہمارے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اُسوہ ہے اور آپؐ کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار اپنے سامنے رکھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں گو وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی، یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب و باتمکین ہو کر بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ سی حرکت سے اڑ جائیں گے، مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان متبرک صحبتوں کو خوشگوار بناتی رہتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف نبی مرسل کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے تو آپؐ دوسری طرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک بے تکلّف دوست اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ اگر زیادہ اوقات میں آپؐ کی مجلس ایک دینی درسگاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تو کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذب

دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں اور گھربار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے۔ غرض بے تکلفی سے آپؐ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں گفتگو کرتے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کس طرح کی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کی تعریف آپؐ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب سے پوچھا کہ آپ بھی مذاق کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"ہاں بیشک! میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے"۔(۷)

اس کے مقابلہ میں ہمارا آج کل کا مزاح وہ ہے جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع، دوسرے کی تذلیلِ نفس، تحقیر اور بیجا مبالغوں سے پورا پورا کام لیا گیا ہو۔

حواشی

(۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۰، پنجاب یونیورسٹی لاہور

(۲ *Franz Humour in early Islam : Rosenthal*

(۳ *Critiqeu of Judgment : Kant. P:223*

(۴) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۵) مصباح اللغات میں نُغیر کا معنی بلبل یا چڑیا کے بچے کے ہیں۔ جبکہ صاحب مختار الصحاح، شیخ محمد بن بکر بن عبدالقادر رازی نے لکھا ہے کہ: وَھِی طیر کالعصافیر یعنی یہ چڑیا کے بچے کی طرح کا پرندہ ہے۔ بعض علماء اس کا ترجمہ لال سے کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا۔ اس نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مرگیا تھا جس کی وجہ سے یہ رنجیدہ بیٹھا ہوا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا؟ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مرگیا تھا۔

(۶) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۷) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم